

Sufism and Contemporary Challenges: An Analytical Study

دور حاضر کے مسائل اور تصوف: ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Saima Ijaz

Assistant professor of Persian

Govt Fatima Jinnah College for women Chuna Mandi, Lahore

saimashahid115@gmail.com

Abstract:

Contemporary era, while progressing rapidly in the fields of science and technology, is simultaneously suffering from moral and spiritual degeneration. Materialism, self-centeredness, and the unbridled pursuit of wealth have deprived humanity of true peace of mind. Tasawwuf (Sufism), which highlights the spiritual and ethical dimension (Ihsan) of Islam, offers a comprehensive solution to these modern challenges. Sufism is not merely asceticism or isolation; rather, it is a structured system of self-purification (Tazkiyah-e-Nafs) and moral training that keeps an individual steadfast amidst material storms. By clarifying the true and fundamental concept of Sufism in the light of the Quran and Sunnah, this paper examines how the teachings of Sufis can help mitigate modern crises such as moral decay, mental anxiety, and social intolerance.

Keywords: Contemporary Era, Tasawwuf (Sufism), Materialism, Moral Decay, Mental Anxiety, Self-Purification, Ihsan.

Dr. Saima Ijaz

11

خلاصہ: دور حاضر جہاں سائنس اور تحقیق کے میدان میں تیزی سے ترقی کر رہا ہے، وہاں اخلاقی و روحانی لحاظ سے تنزلی اور گراؤ کا شکار ہے۔ مادیت، نفسا نفسی اور ہوس زر کی دوڑ نے انسان کو حقیقی سکون سے محروم کر دیا ہے۔ تصوف، جو اسلام کے روحانی اور اخلاقی (احسان) پہلو کو اجاگر کرتا ہے، ان عصر حاضر کے مسائل کا کامل حل پیش کرتا ہے۔ تصوف محض گوشہ نشینی کا نام نہیں، بلکہ یہ تزکیہ نفس اور اخلاقی تربیت کا ایسا مربوط نظام ہے جو انسان کو مادی طوفانوں کے درمیان بھی ثابت قدم رکھتا ہے۔ یہ مقالہ تصوف کے حقیقی اور بنیادی تصور کو قرآن اور سنت کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے اس امر کا جائزہ لیتا ہے کہ کس طرح صوفیائے کرام کی تعلیمات دور جدید کے اخلاقی انحطاط، ذہنی اضطراب اور معاشرتی عدم برداشت کے مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

کلیدی الفاظ: دور حاضر، تصوف، مادیت پرستی، اخلاقی زوال، ذہنی انتشار، تزکیہ نفس، احسان۔

مقدمہ

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی تخلیق ایک مقصدِ جلیلہ کے تحت ہوئی ہے، مگر آج کا انسان مادی ترقی کی رنگینیوں میں کھو کر اپنا مقصدِ حیات فراموش کر چکا ہے۔ دور حاضر کا انسان ایک طرف تو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں جھنڈے گاڑ رہا ہے، جبکہ دوسری طرف اخلاقی اور روحانی تنزلی اور بحران کا شکار ہے۔ نتیجتاً، معاشرہ باہمی نفرت، حسد، کینے، بے سکونی اور اضطراب میں مبتلا ہے، جس کا واحد حل اس شاہراہ کا مسافر بننا ہے جس پر سب اصحاب، اولیاء اور اصفیاء نے چل کر نجات پائی، اور وہ راہ، راہِ تصوف ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری اپنی مایہ ناز تصنیف میں تصوف کی حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"تصوف کا نام اس زمانے میں تو ایک رسم بن کر رہ گیا ہے، لیکن حقیقت میں یہ اخلاق کی بہتری اور نفس کے

ترکیے کا نام ہے۔ جو جتنا صاحب اخلاق ہے، وہ اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔" (۱)

دیوبی اضطراب اور بے چینی کا بنیادی سبب اللہ کی یاد سے دوری ہے، حالانکہ قرآن پاک میں واضح طور پر فرمایا گیا: "أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" (ترجمہ: خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے) (۲)

امام غزالی کے مطابق تصوف دل کو اللہ کے سوا ہر چیز سے پاک کرنے کا نام ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب دل دنیا کی محبت اور پریشانیوں میں گھر جاتا ہے، تو اس میں سکون کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس بے چینی اور اضطراب کا معالج صرف ذکرِ الہی ہے جو دل کو اللہ کی تجلیات کا مرکز بنا دیتا ہے۔ (۳)

آج کا معاشرہ عدم برداشت، اخلاقی گراؤ اور نفسیاتی کشمکش کا شکار ہے۔ اس صورت حال میں ہمیں معاشرہ دو طرح کے لوگوں میں منقسم نظر آتا ہے؛ ایک وہ جو "بازمانہ بساز" کے نظریے کے تحت زمانے کے رخ کے ساتھ چلنا پسند کرتے ہیں کیونکہ اس میں نہ تو زیادہ محنت درکار ہوتی ہے اور نہ ہی نفسِ اذیت سے دوچار ہوتا ہے، اور یہ نسبتاً آسان اور اکثریت کا طریقہ ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ "گر زمانہ باتونسازد، بازمانہ ستیز" کے صوفیانہ کلیے پر یقین رکھتا ہے اور زمانے کے بہاؤ کے ساتھ بہنے سے انکار کر دیتا ہے، گویا خود کو مصائب اور امتحان کی بھٹی میں دھکیل دیتا ہے۔ وہ اپنے نفس کے ہاتھوں پامال ہونے کی بجائے اس کو پامال کرتا ہے۔ یہی بلند ہمت اور دور اندیش گروہِ فلاح پانے والا ہے۔ (۴)

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی تخلیق غیر جواز نہیں ہے، مگر آج کا انسان اس قدر مادیت پسند اور لذت پرستی کا غلام بن چکا ہے کہ وہ خود شناسی اور نتیجتاً خدا شناسی سے بہت دور جا پڑا ہے۔ اس نے مشہور صوفیانہ قول "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" (جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا) کو بھلا دیا ہے۔ حالانکہ ذکرِ الہی اور قربِ الہی کا حصول ہی اعلیٰ ترین مقصدِ انسانیت ہے اور اسی کا نام "درجہ احسان" ہے۔ اس مقصد کے حصول کے راستے کا نام راہِ تصوف و سلوک ہے (۵) اس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ تصوف کوئی نیا دین یا شریعت نہیں بلکہ یہ اسلام کی روح ہے۔ شریعت کے احکامات کی خلوص نیت سے بجا آوری کا نام ہی تصوف ہے۔ ہم اس تحقیق میں یہ ثابت کریں گے کہ شریعت کے احکامات کی خلوص نیت سے بجا آوری اور تصوف کے عملی پہلوؤں کو اپنا کر ہی انسان نہ صرف اپنی خودی کو مستحکم کر سکتا ہے، بلکہ ایک پر امن اور مثالی معاشرے کے قیام کو ممکن بنا سکتا ہے، کیونکہ تصوف محض رسومات کا نام نہیں بلکہ یہ تزکیہ نفس اور احسان کا وہ راستہ ہے جو انسان کی باطنی اصلاح کر کے اسے خارجی دنیا کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کے قابل بناتا ہے۔

عصری مسائل اور تصوف کے عملی حل

۱۔ مادہ پرستی اور حرص کا خاتمہ: آج کے دور کا سب سے بڑا المیہ مادہ پرستی اور دولت کی ہوس ہے، جس نے انسانیت کو بے سکونی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تصوف "قناعت" اور "زہد" کی تعلیم دیتا ہے۔ صوفیانہ تعلیمات کے مطابق اصل کامیابی اشیاء کا حصول نہیں بلکہ دل کا غنی ہونا ہے۔ جب انسان مادی اشیاء کے بجائے خالق سے رشتہ جوڑتا ہے، تو اس کے اندر سے لالچ کا خاتمہ ہو جاتا ہے، جو معاشی استحصال اور سماجی نا انصافی کی جڑ ہے۔ اسلام مال اور اولاد کو آزمائش اور فتنہ قرار دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حقیقت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے:

"أَلْهَاكُمْ التَّكَاثُرُ۔ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ" (ترجمہ: تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے غفلت میں ڈال رکھا ہے، یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ جاتے ہو) (۶)

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"لَيْسَ الْعِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْعِنَى غِنَى النَّفْسِ" (ترجمہ: تو نگری بہت زیادہ مال و اسباب جمع کرنے کا نام نہیں، بلکہ حقیقی تو نگری تو نفس کی بے نیازی ہے) (۷)

اولیاء کے سردار اور فقر کے پیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"دنیا کی طلب میں دوڑنا ایسا ہی ہے جیسے سمندر کا کھار پانی پینا، جتنا زیادہ پیو گے، پیاس اتنی ہی زیادہ بڑھے گی۔" (۸)

امام غزالی اپنی معرکہ الآراء تصنیف میں یوں رقمطراز ہیں:

"دولت سانپ کی طرح ہے، جس کے کاٹنے میں تولدت محسوس ہوتی ہے مگر اس کا زہر جان لیوا ہوتا ہے۔ صوفی وہ ہے جو اس دولت کو ہاتھ میں رکھے مگر دل میں جگہ نہ دے" (۹)

نبی پاک ﷺ نے بھی اپنے لیے ثروت مند نہیں بلکہ فقر کو پسند فرمایا اور اس پر فخر کا اظہار فرمایا۔ منقول ہے: "الْفَقْرُ فَخْرِي" (فقر میرا فخر ہے) (۱۰) اس فقر اختیاری سے مراد تنگدستی یا محتاجی نہیں، بلکہ اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز سے بے نیازی اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا ہے۔ جب انسان کے دل میں فقر گھر کر لیتا ہے، تو وہ اسے دنیاوی معبودوں سے بے نیاز کر کے رب سے جوڑ دیتا ہے۔ اس طرح وہ دنیا کا محتاج نہیں رہتا بلکہ دنیا اس کی محتاج ہو جاتی ہے۔ آج کے مادیت پرستی کے دور میں تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب آگے بڑھنے کی دھن اور دنیاوی مراتب کے حصول کے لیے انسان جائز اور ناجائز کے فرق کو بالائے طاق رکھ کر خوشامد، حسد، دوسروں کی کردار کشی، حتیٰ کہ قتل و غارت سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے قناعت اور توکل کے اس بھولے ہوئے سبق کو پھر سے یاد کرایا جائے اور نسل نو کو لالچ اور حرص کے مرض سے نجات دلائی جائے۔

۲۔ ذہنی تناؤ اور نفسیاتی مسائل کا حل: جدید دور میں ڈپریشن، انگزائٹی اور ذہنی دباؤ عام ہیں۔ تصوف "ذکر الہی" اور "مراقبہ" کے ذریعے دلوں کو اطمینان فراہم کرتا ہے۔ صوفیاء کے مطابق اللہ کے سوا دیگر چیزوں سے حد سے بڑھی ہوئی وابستگی، خواہشات کی طوالت اور ان کے حصول میں ناکامی انسان کو سٹریس، انگزائٹی اور ذہنی خلیفہ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ تصوف کی رو سے اس کا بہترین حل امام غزالی نے اپنی کتاب میں 'مہلکات و منجیات' کے زیر عنوان بالتفصیل پیش کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نماز اور ذکر الہی انسانی ذہن کو وسوسوں اور پریشانیوں سے کاٹ کر اطمینان قلب بخشتے ہیں اور اضطراب کو کم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ (۱۱)

ذہنی تناؤ کی ایک اور بہت بڑی وجہ ماضی کے پچھتاوے اور مستقبل کے خوف ہوتے ہیں۔ امام غزالی کے نزدیک جب انسان اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرتا اور اللہ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے، تو اس کا ذہن ہر طرح کے غیر ضروری دباؤ سے آزاد ہو جاتا ہے (۱۲) سید علی تجویری کے مطابق نفس کو اس کی خواہش سے دور رکھنا حقیقت کے دروازے کی چابی ہے۔ انسان ذہنی تناؤ کا شکار اس وقت ہوتا ہے جب اس کا نفس بے لگام ہو جاتا ہے، اور نفس کو قابو میں کر لینے سے اس سے نجات مل جاتی ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی دنیاوی وابستگی دل کو کدورت اور نفرت سے بھر دیتی ہے اور اسی کدورت کا دوسرا نام ذہنی دباؤ ہے جو دنیا کی اندھی محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ (۱۳)

۳۔ اخلاقی گراوٹ اور بددیانتی کا سدباب: جھوٹ، مکر و فریب اور بددیانتی جیسی برائیاں اس قدر عام ہو گئی ہیں کہ ان کو اب کوئی برا اور معیوب نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو وقت کی ضرورت سمجھ کر شعوری اور لاشعوری طور پر فروغ دیا جا رہا ہے۔ اس کا اہم حل تصوف کے اصلاحی پہلو یعنی "محاسبہ" کو اپنانے میں ہے۔ جب انسان روزانہ اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے، تو وہ اپنی لغزشوں سے آگاہ رہتا ہے اور دوسروں میں برائیاں تلاش کرنے کی بجائے اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے، جس سے وہ منفی خیالات سے چھٹکارا پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

"بددیانتی کا علاج امانت اور صدق کی باطنی صفات پیدا کرنے میں ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنا سخت محاسبہ کرے، موت کو کثرت سے یاد کرے اور یہ یقین پختہ کرے کہ دنیا فانی ہے اور رب کے ہاں ایک ایک برائی کا حساب دینا ہے" (۱۴)

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنے دور کی معاشرتی اور سماجی برائیوں کی اصلاح کے لیے فرمایا: "اخلاقی گراوٹ کا حل زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ اپنے اعمال کو اخلاص کے سانچے میں ڈھالنا ہے"۔ آپ لوگوں کو نصیحت کرتے کہ اپنے پڑوسیوں اور معاشرے کے غریب لوگوں کا خیال رکھو، اپنی روزی کو دیانت داری کے ذریعے پاک کرو اور صالحین کی صحبت اختیار کرو کہ صحبت صالحین دل کے زنگ کو دور کر دیتی ہے (۱۵)

تصوف نام ہے اخلاق کی بہتری کا، جو جتنا صاحب اخلاق ہے وہ اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔ مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں: "میرا کام عشق کی تلاش نہیں، بلکہ اپنے اندر ان رکاوٹوں کو تلاش کرنا ہے جو تو نے محبت کے راستے میں کھڑی کر رکھی ہیں"۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا" (ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہو جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا) (۱۶)

۴۔ عدم برداشت اور صوفیانہ رواداری: دنیا میں عدم برداشت اور انتشار کا بڑھتا ہوا رجحان انسانیت کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔ اس کا بہترین حل تصوف کے "صلح کل" کے نظریے میں پنہاں ہے۔ داتا گنج بخش نے باہمی محبت اور احترام کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے (۱۷) ابن خلدون تصوف کے متعلق لکھتے ہیں: "تصوف کا مقصد اللہ کے ساتھ تعلق کی اصلاح اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک ہے۔" (۱۸)

دورِ حاضر کا ایک بہت بڑا المیہ عدم برداشت اور تھل کی کمی ہے، جس کے نتیجے میں بہن بھائی، رشتہ دار، دوست احباب اور میاں بیوی چھوٹی چھوٹی باتوں پر قطع تعلق کر لیتے ہیں، حالانکہ اللہ پاک نے صلہ رحمی کا بار بار درس دیا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے تو صلہ رحمی کرنے والے کو جنت میں اپنا ہمسایہ قرار دیا ہے۔ اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے، مگر ہم دین کی تعلیمات بھلا بیٹھے ہیں۔ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دینا پسند کرتے ہیں، حالانکہ نبی اسلام اور بزرگان دین ہمیشہ باہمی محبت اور بھائی چارے کا درس دیتے رہے۔ بقول علامہ اقبال:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

ڈاکٹر طاہر القادری واضح کرتے ہیں کہ صوفیاء کی تعلیمات امن، سلامتی اور محبت پر مبنی تھیں؛ ان کی خانقاہیں محبت

الہی اور خدمتِ خلق کا مرکز تھیں۔ آج اگر ہم انتہا پسندی اور دہشت گردی کے فتنے کو روکنا چاہتے ہیں، تو ہمیں صوفیاء کے صلح کل کے درس کی طرف لوٹنا ہوگا (۱۹)

۵۔ دورِ جدید میں مقابلہ بازی اور درسِ قناعت: ذہنی تناؤ اکثر زندگی کی دوڑ میں دوسروں کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جانے کی خواہش اور زیادہ سے زیادہ آلاتِ تنعم و تعیش جمع کرنے کی آرزو کے نتیجے میں جنم لیتا ہے۔ جب انسان موجود پر راضی نہیں ہوتا، تو ہوس اور لالچ اس کے ذہنی سکون کو برباد کر دیتے ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ غالب اکثریت ڈپریشن، سٹرپس، ہائی بلڈ پریشر اور قلبی عوارض کے ساتھ ساتھ بغض، حسد اور کینے جیسے باطنی امراض کا شکار ہے۔ ایسے میں تصوف کا فلسفہ قناعت انسان کو سکھاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے عطا کیا ہے اس پر شکر گزاری کرے اور مستقبل کے لیے خوفزدہ نہ ہو بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، اس کے دل میں ناکامیوں کا خوف نہیں رہتا اور یہی وہ نقطہ"

اسلام ہے جہاں سے ذہنی سکون کا آغاز ہوتا ہے" (۲۰)

اس ذہنی خلفشار کی درستگی کے لیے مراقبہ، ذکرِ خفی اور غور و فکر کا صوفیانہ طریقہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں کہ آج کا انسان مادی لحاظ سے بہت ترقی کر رہا ہے مگر روحانی لحاظ سے تنزلی کا شکار ہے۔ تصوف کا کام اس بھولے بسرے انسان کو اللہ کی پہچان کے ذریعے قلبی سکون عطا کرنا ہے (۲۱)

۶۔ نفس پرستی اور تعلیماتِ تصوف: نفسانیت اور روحانیت باہم متضاد کیفیات کا نام ہے۔ روحانیت انسانیت کا شرف اور معراج ہے، جبکہ نفسانیت ایک زنجیر کی طرح ہے جو انسان کو جکڑ لیتی ہے اور روحانی بلندی تک پہنچنے نہیں دیتی۔ انسان اپنے نفس کا قدی بن کر شہوت پرستی اور لذت پرستی کا شکار ہو کر ذلت کی پستیوں میں گر جاتا ہے، اور یہ نفس پرستی انسان کو اخلاقی اور روحانی فساد (کبر و نخوت، خود نمائی، خود ستائی، حسد اور کینہ) میں مبتلا کر دیتی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر تشدد اور ظلم و بربریت بھی اسی نفس پرستی کا نتیجہ ہے۔ اس کا بہترین حل تزکیہ نفس ہے۔ مولانا روم انسانی اقدار کا دشمن کبر و نخوت کو قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

نخوت و دعویٰ کبر و ترہات دور کن از دل کہ تابیابی نجات

(ترجمہ: اپنے دل سے نخوت، کبر اور جھوٹے دعووں کو نکال دے تاکہ تو نجات پاسکے) (۲۲)

اسی طرح وہ نفس کی دیگر بیماریوں یعنی حسد، کینہ اور لالچ جیسی برائیوں کو انسان کے دین کا دشمن اور شیطانی فعل قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں (۲۲) امام غزالی نے بھی اپنی کتاب میں ان اخلاقی بیماریوں کا ذکر تفصیلاً کیا ہے اور 'مہلکات' کے عنوان کے تحت ان کے نقصانات اور علاج پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ امام غزالی نے نفس کی اصلاح کا بہترین حل تزکیہ نفس کو قرار دیا ہے، جسے جدید نفسیات میں Self-regulation یا Cognitive Reframing کہا جاتا ہے۔ یہ تزکیہ محاسبے اور مجاہدے میں مضمحل ہے (۲۳) اگر ہم تحقیق کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دور میں انسانی کردار کو درست سمت میں لانے کے لیے بیہیویورل سائیکالوجسٹس (Behavioral Psychologists) جن تھر اپیز کا سہارا لے رہے ہیں، ان کی جڑیں ہمیں صدیوں پہلے صوفیاء کے ہاں موجود محاسبہ اور فکر

آخرت کے نظام میں ملتی ہیں۔ بنیادی طور پر محاسبہ اور مجاہدہ سے مراد اپنے نفس کے خلاف جہاد ہے اور یہی تصوف اور اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، جسے آج کل کے نفسانی دور میں اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔

۷۔ جنسی بے راہ روی کا صوفیانہ سدباب: جنسی بے راہ روی اور شہوت پرستی آج کے جدید دور کا ایک بہت بڑا ناسور ہے۔ آج کی نوجوان نسل مرد و زن کے باہمی آزادانہ اختلاط کو معیوب تصور نہیں کرتی۔ اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا (فیس بک، واٹس ایپ، ٹک ٹاک وغیرہ) کے عام ہو جانے سے اس معاشرتی برائی میں اور اضافہ ہوا ہے۔ آج کی نسل عالم دین، ڈاکٹریا انجینئر بننے کے بجائے ٹک ٹاک سٹار بننا پسند کرتی ہے اور مرد و زن کی غیر محرمانہ دوستی کو برا خیال نہیں کرتی، حالانکہ قرآن پاک میں عفت و حیا کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے احکامات نازل فرمائے گئے ہیں جن میں واضح طور پر مرد و عورت کے آزادانہ میل ملاپ اور بے پردگی کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ عصمت دری، جسم فروشی اور شادی شدہ ہونے کے باوجود ناجائز تعلقات عام ہو گئے ہیں۔

تصوف میں اس کا حل تزکیہ نفس ہے۔ صوفیاء عفت و پاکدامنی کو تصوف کا بنیادی ستون قرار دیتے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جنسی طاقت اللہ کی دی ہوئی امانت ہے، اسے بے راہ روی میں ضائع کرنا اللہ کی نعمت کی ناشکری ہے۔ اسے حد میں رکھا جائے تو بقائے نسل کا ذریعہ ہے اور اگر حد سے باہر نکل جائے تو تباہی ہے۔ امام غزالی بے راہ روی سے بچنے کے تین علاج بتاتے ہیں:

۱۔ روزہ رکھنا: جیسا کہ حدیث پاک میں بھی حکم ہے۔

۲۔ جوع (جھوک): خوراک میں کمی کرنا تاکہ نفس سرکش نہ ہو۔

۳۔ نکاح: جائز طریقے سے خواہش کو پورا کرنا تاکہ ذہن برائی کا شکار نہ ہو (۲۴)

یعنی تصوف نام ہے نفس کی پاکیزگی کا، جس کی آج کل کے پرفتن دور میں شدید ضرورت ہے۔

حاصل کلام

علمی اور تحقیقی بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے انسان کے تمام نفسیاتی اور سماجی مسائل کی جڑ روحانی بیماریوں اور اسلام کی اصل روح سے دوری کا نتیجہ ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی سے پیدا کیے گئے سامانِ عیش و تنعم جسم کو تو آرام مہیا کر سکتے ہیں مگر روح کو سکون نہیں دے سکتے۔ تصوف اسلام کا وہ روحانی نظام ہے جو انسان کو حقوق العباد اور حقوق اللہ سے آشنا کر کے معاشرے کے لیے مفید بناتا ہے اور اس کی روح کو اطمینان اور سکون بخشتا ہے، جس سے معاشرے میں خلوص، رواداری، تحمل اور محبت کو فروغ ملتا ہے اور انسان ذہنی انتشار، انگڑائی، حسد، خوشامد، بددیانتی، جھوٹ اور مکرو فریب جیسی مہلک روحانی بیماریوں سے نجات پا جاتا ہے۔

حوالے

- (۱) ججویری، سید علی بن عثمان (داتا گنج بخش)۔ کشف المحجوب۔ مترجم: سید محمد فاروق القادری۔ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)۔ ۲۵۔
- (۲) القرآن الکریم، سورۃ الرعد، ۱۳: ۲۸۔
- (۳) غزالی، ابو حامد محمد بن محمد۔ احیاء علوم الدین۔ (قاہرہ: مکتبہ المشہد الحسینی، ۱۹۶۷ء)۔ ۴: ۲۸۔
- (۴) عبد الرزاق، حافظ۔ تصوف اور تعمیر سیرت۔ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۰۵ء)۔ ۴۔
- (۵) ایضاً، ص ۵-۶۔
- (۶) القرآن الکریم، سورۃ النکاح، ۱۰۲: ۱-۲۔
- (۷) البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری (کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، حدیث نمبر: ۶۴۳۶)۔ (بیروت: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)۔
- (۸) شریف الرضی، ابوالحسن محمد۔ نوح البلاغہ (حکمت نمبر: ۴۲۶)۔ (قاہرہ: دار الکتب المصری، ۲۰۱۰ء)۔
- (۹) غزالی، ابو حامد محمد بن محمد۔ کیمیاء سعادت۔ تصحیح: احمد آرام۔ (تہران: انتشارات گنجینه، ۱۳۶۱ش)۔ ۲۱۴۔
- (۱۰) الجیلانی، شیخ عبد القادر۔ کلید التوحید۔ (لاہور: اللہ والے کی قومی دکان، ۱۹۸۴ء)۔ ۳۹۔
- (۱۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۳: ۸۷۔
- (۱۲) ایضاً، ۳: ۸۸۔
- (۱۳) ججویری، کشف المحجوب (باب النفس و معرفتہا)، ۱۱۲۔
- (۱۴) غزالی، احیاء علوم الدین (کتاب ریاضۃ النفس و تہذیب الاخلاق)، ۳: ۶۲۔
- (۱۵) الجیلانی، شیخ عبد القادر۔ الفتح الربانی والفیوض الرحمانی (مجالس و عظ)۔ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۸ء)۔
- (۱۶) القرآن الکریم، سورۃ الشمس، ۹۱: ۹۔
- (۱۷) ججویری، کشف المحجوب، ۲۸۔
- (۱۸) ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد۔ مقدمہ ابن خلدون۔ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء)۔ ۴۸۔
- (۱۹) القادری، ڈاکٹر محمد طاہر۔ دہشت گردی اور فتنہ نخواستہ۔ (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)۔ ۸۸۔
- (۲۰) الدہلوی، شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ (کراچی: قدیم کتب خانہ، ۱۹۵۳ء)۔ ۲: ۹۸۔
- (۲۱) القادری، ڈاکٹر محمد طاہر۔ اسلام کا تصور تصوف۔ (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)۔ ۲۵۔
- (۲۲) الرومی، مولانا جلال الدین۔ مثنوی معنوی۔ تصحیح: ریٹولڈ نیگلسون۔ (تہران: انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۵ش، دفتر سوم)۔
- (۲۳) قاسمی، ڈاکٹر سعید عالم۔ اسلام اور عصر حاضر کے مسائل۔ (علی گڑھ: فیکلٹی آف تھیولوجی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء)۔ ۸۴۔

۸۵

(۲۴) غزالی، کیمیاء سعادت (رکن سوم: مہلکات، باب شہوت شکم و فرج)۔ ۳۰۵۔

